اقبال اور ملٹن کاتصورِ ابلیس: ایک تحقیقی جائزہ

محمد اعظم [1]ء ڈاکٹر طارق جاوید**

Abstract:

"Many scholars, philosophers and poets have put light on the character of Satan. The Holy Quran has also discussed his role in this world. John Milton and Allama Muhammad Iqbal have many similarities in their poetry. They have also used him in their poetry. He is protagonist in Milton's Paradise Lost. He is a dynamic character of "Paradise Lost". John Milton used it as a statue of power and courage who fought against God. Iqbal has also used it as a symbolic character who is integral character for human evolution. He is also a symbol of cruelty, injustice and monarchy. Both poets have portrayed it to present their thoughts to their nation. A comparative study has been conducted to view their ideas about it."

ملٹن اور اقبال دنیاےاد ب کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن کی شاعری کےبعض پہلوباہم مماثل ہیں۔دونوں نے اپنی شاعری میں ابلیس کو ایک متحرک قوت کے طور پر برتا ہے۔ابلیس یا شیطان کا کردار دنیا کے تقریباً تمام مذاہب ، لوک کہانیوں،ادب اور خاص طور پر شاعری میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔چند ایک مذاہب میں ابلیس کے کردار کو مثال کے طور پر بیان کیا جاتاہے۔اگر ہم چھٹی صدی قبل مسیح کے زرتشی مذہب کی مقدس کتاب"اوستا" پر نظر ڈالیں تو اس کے مطابق خیر اور شر کے دیوتاؤں کے درمیان کشمکش سے دنیا کا یہ نظام چل رہا ہے۔اور آخر کار خیر کو فتح نصیب ہو گی۔یہودیت کے مطابق شیطان کے پاس اس وقت کوئی طاقت نہیں جب تک خود انسان برائی کی طرف راغب نہ ہو۔توریت جو مذہبی کتاب ہے اس میں شیطان کا ذکر کئی بار آیا ہےلیکن ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اچھائی اور برائی پرخدا کو پورا اختیار ہے۔عیسائیت میں شیطان کو ایسا باغی تصور کیا جاتا ہے جس نے خدا کے حکم کے خلاف بغاوت کی اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ انسانوں سے نفرت کرے گااور ان میں جھوٹ اور برائی کو پھیلائے گا۔دینِ اسلام میں شیطان گناہ کاموجد ہےجو ابتدا میں خدا کامقرب اورعبادت گزار تھا۔اس نے خدا سے بغاوت کی،بہشت سے نکالا گیااور ابدی لعنت میں گرفتار ہوا۔قرآن مجید میں شیطان لفظ اٹھاسی مرتبہ آیا ہے۔یہ لفظ شیطان انس اور جنات کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔اس سے مراد بظاہر ہر وہ وجود جسے حق کی مخالفت میں مسلسل گرمجوشی، پیہم ہنگامہ آرائی اور متواتر جدوجہد پر اصرار ہو۔خواہ یہ سب کچھ اعلانیہ ہو یا خفیہ۔اسلام میں شیطان کےلیے ابلیس کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ابلیس یونانی لفظ ''Diabolos'' سے بنا ہے۔ 'd' کوحذف کرکے باقی حصے کو استعمال کیا جاتا ہے۔جس کے معنی دروغ گو اورفتنہ پردازکےہیں۔ابلیس کا ایک مطلب انتہائی مایوس کن بھی ہے۔[1]

دنیا کے بہت سے ادیبوں ، فلسفیوں اور شعرا نے ابلیس کو اپنے اپنے فن پاروں میں اپنی فکر کو موثر طور پر پیش کرنے کےلیے استعمال کیا ہےمگر زیرِ نظر مقالے میں فقط علامہ اقبال اور جان ملٹن کے تصورِ ابلیس کا جائزہ لیا جائے گا۔ جان ملٹن(9دسمبر 1608ءتا 8نومبر1674ء)سترہویں صدی کے شعرائے برطانیہ میں سب سے نمایاں اور قد آور ہیں۔ملٹن اپنی مشہور نظم "فردوسِ گم شدہ" اور "فردوسِ بازیافتہ "کے لیے مشہور ہیں۔دلچسپ بات ہے کہ اس نے یہ شہرہ آفاق نظمیں اس وقت

---

[1]سکالر ایم فل اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

** اُستاد شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

لکھیں جب وہ مکمل اندھا ہو چکا تھا۔نظم ''گم گشتہ'' ۱۶۶۷ء میں دس حصوں یا کتب کی شکل میں منظرِعام پر آئی۔یہ رزمیہ نظم انگریزی ادب کی بہترین نظموں میں شمار ہوتی ہے۔اس نظم میں ملٹن انسان کی پہلی نافرمانی اور اس کے بدلے میں جنت سے نکالے جانے کا احوال بیان کرتا ہے۔ اس نظم میں خدا، انسان اور شیطان کی تکون کو بڑے شعرانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح شیطان ہمارے آباء آدم اور حواکو بہکاتا ہے اورجنت کا ممنوعہ پھل کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔نتیجہ کے طور پر خدا انھیں جنت سے نکلنے کا حکم دیتا ہے اور جنت کی وادیوں میں خدا اور شیطان کے درمیان جنگ ہوتی ہے۔اس جنگ کااحوال بڑا ہی دلچسپ ہے۔ملٹن اپنی نظم میں اابلیس کو Satanکے نام سے پکارتا ہے۔اس کےماتحت Beelzebubاور اس کے ساتھ بےشمار دوسرے ساتھی جو شیطان کی فوج کا حصہ ہیں۔جو خدا عظیم کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں اور جنت کی وادیوں میں لڑائی لڑتےہیں۔شیطان انسان کی تخلیق کو پسندنہیں کرتا اور خدا کوللکارتا ہے کہ وہ اس کی سلطنت کو ختم کرے گا اور اپنی بادشاہی کو قائم کرے گا۔شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانےاور اس کے نتیجے میں آدم اور حوا کے جنت سے نکلنے کے واقعے کو ملٹن بڑ ے خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے:

"Of Man's first disobedience, and the fruit,
Of that forbidden tree, whose mortal taste,
Brought death into the world, and all our woe,
With loss of eden, till one greater man,
Restore us, and regain the bliss full seat,
Sing heavenly Muse, that on the secret top,
Of Oreb, or of Sinai, didst inspire."(2)

ترجمہ: انسان کی پہلی حکم عدولی، اور شجرممنوعہ کا وہ پھل جس کے فانی ذائقےکی وجہ سے اس دنیا میں سارے غم ، بشمولِ جنت سےنکالے جانے کےاور موت ملی۔یہاں تک کہ ایک عظیم انسان نے(اس مرتبے) کو دوبارہ حاصل کیا۔اےآسمانوں میں رہنے والی میوز، جو عرب اور سینا کی خفیہ چوٹیوں (پر جلوہ افروز ہوئی)۔مجھے ہمت دے(کہ میں اس عظیم نظم کو لکھ سکوں)۔

اگرچہ شیطان عام طور پر برائی کااستعارہ ہےلیکن جان ملٹن اسے ایک المیاتی ہیرو کے طور پر پیش کرتا ہے اور ایسا ہیرو جو اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے۔ملٹن کی فردوس گم گشتہ میں شیطان ایک باغی ہیرو کے طور پر سامنے آتا ہے۔وہ نہ صرف خود خدا کی حکم عدولی کرتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔مزید یہ کہ شیطان حوا کو ممنوعہ پھل کھانے کے لیے مجبور نہیں کرتا بلکہ ترغیب دیتا ہے۔ وہ برملا کہتا ہے کہ ہماری فیصلہ کرنے کی قوت ہی ہمارا قانون ہے۔ملٹن اپنی اس نظم میں شیطان کو ورغلانے والے کردار میں پیش کرتا ہے۔شیطان صرف انسان کے اندر خیال اور وسوسہ پیدا کرتا ہے اور صحیح اور غلط راستے کا انتخاب انسان خود کرتا ہے۔

ملٹن نے اپنی شہرہ آفاق نظم کے لیے ایسا موضوع منتخب کیا جس سے تقریباً ہر مذہب کے لوگوں کی وابستگی ہے۔اگرچہ جنت سے نکالے جانے کا واقعہ مذہبی ہے لیکن ملٹن کی شاعری میں آکر یہ محض ایک مذہبی قصہ نہیں رہتا بلکہ اس کے تمام کردار لافانی ہو جاتے ہیں۔ملٹن اپنی تشبیہات اور استعارات کے ذریعے شیطان کی ایسی تصویر پیش کرتا ہے کہ وہ ایک المیے سے بڑھ کر ایک بہادر سپہ سالار کی داستان بن جاتی ہے۔ایسی داستان جس میں شیطان ہار کر بھی نہیں ہارتابلکہ اس کا حوصلہ مزید مضبوط ہوجاتا ہے۔ملٹن کا شیطان نہ صرف خود بلکہ اپنی فوج کو خدا کے خلاف للکارتا ہے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایک بہادر سپہ سالار کی طرح خطاب کرتا ہے:

"What though the field be lost?
All is not lost; the unconquerable will,
And study of revenge, immortal hate,
And courage never to submit or yield

And what else is not to be overcome" [3]

ترجمہ: کیا ہوا اگر آج ہم ہار گئے،کچھ نہیں گیا!
ہمارا مصمم ارادہ،بدلہ لینے کی خواہش، لافانی نفرت،کبھی نہ جھکنے والا حوصلہ
غالب آنے کے لیے اس کے علاوہ اور کیا چاہیے!

ملٹن کا شیطان ایک ایسا لافانی کردار ہے جس پر آج تک مباحث ہو رہے ہیں کہ وہ ہیرو ہے یا ولن؟ بہرحال ملٹن نے اسے خدا کے سامنے ایک جنرل اور ایک فوجی کمانڈر کی طرح پیش کیا ہےجو خدا کے حکم کے خلاف نہ صرف اعلانِ جنگ کرتا ہے بلکہ اپنی فوج کے ساتھ مل کر لڑتا بھی ہے۔اس کی قائدانہ اور بہادرانہ صلاحیتیں سامنے آتی ہیں۔یہی وہ خصوصیات ہیں جو شیطان کے کردار کو ناقابلِ فراموش بنا دیتی ہیں۔لوگ اپنی زندگیوں کو بہترکرنےکےلیےرومن کیتھولک چرچ اورشہنشاہیت سےآزادی چاہتےتھے۔ ملٹن نےاسےشیطان کی خدا کے خلاف بغاوت کےطورپرپیش کیاہے۔اسی وجہ سےبہت سےنقاداسے ہیرو کےطورپرپیش کرتےہیں۔شیطان کا کردار نہایت ہی اعلیٰ اورعظیم ہے۔ملٹن کاشیطان کئی وجوہ کی بناپرخلقِ خداسےبہترہےجوبہت سی مشکلات کے باوجود خداسےآگےنکلنےکی خواہش رکھتاہے۔جوغیرمشروط فتح کی شدیدخواہش رکھتاہے۔ولیم ہیزلٹ کےمطابق شیطان سب سےزیادہ ہیروکی خصوصیات والاکردار ہے جو آج تک کسی دوسری نظم میں دکھائی نہیں دیا۔[4]

ملٹن کی اس نظم میں شیطان میں تمام وہ خصوصیات ہیں جو کسی بھی رزمیہ نظم میں ہیرو کے لیے ہوتی ہیں بلکہ کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو اس کے کردار کو المیہ میں بدل دیتی ہیں۔ان میں سے اس کا غرور اور اس کی شدید خواہش ہے جو اس کے کردار کو المیہ بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ملٹن کے الفاظ میں شیطان جب اپنے ماضی کو یاد کرتا ہے اور اپنے کیے پر پچھتاتا ہے:

"How glorious once above the sphere
Till pride and worse ambition threw me down"[5]

ترجمہ: آسمانوں میں رہنا کتنا شان دارتھا
پھر غرور اوربدترین خواہش نے مجھے نیچے گرا دیا

چونکہ شیطان خود کو اپنے ساتھیوں سے سب سے اعلیٰ اور ارفع سمجھتا ہےجس کی بنا پر وہ غرور کرنے کی غلطی کرتا ہے۔شیطان کاسب سے مشہورمصرع جو اس کے غرور کی عکاسی کرتاہے۔ "Better to reign in hell, then serve in Heaven[6]" ترجمہ: "جہنم میں حکومت کرنا جنت میں نوکری کرنے سے بہتر ہے"۔خدا نے جب یہ کائنات بنائی تو اس نے اپنی مخلوقات کوآزادانہ سوچنے اور عمل کرنے کا اختیار دیا۔حالانکہ وہ سب جانتا ہے۔اس نظم میں ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان خدا سے جنگ کرنے کے لیے اسی اختیار کو استعمال کرتا ہے۔اور اپنے ساتھ دوسرے بہت سے فرشتوں کوملا لیتا ہے۔اس طرح وہ آسمانوں میں خدا کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔

علامہ اقبال نےدنیائےادب کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ان کےنامکمل کاموں میں ایک کام یہ بھی تھاجس کا اکثرذکراپنے احباب سےکیاکرتے تھے۔وہ جان ملٹن کی "جنتِ گم شدہ" کی طرح کوئی رزمیہ نظم لکھناچاہتے تھے۔

اپنے مکتوب بنام منشی سراج الدین میں لکھتے ہیں کہ:

> ''ملٹن کی تقلید میں لکھنے کا ارادہ مدت سے ہے۔اور اب وہ وقت قریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں وقت کا کوئی لحظہ خالی نہیں جاتاجس میں اس کی فکر نہ ہو۔پانچ چھے سال سے اس آرزو کو دل میں پرورش کر رہا ہوں۔مگر جتنی کاوش آج کل محسوس کر رہا ہوں اس قدر کبھی نہ ہوئی۔مگر روزگار سے نجات ملتی ہے تو اس کام کو باقاعدہ شروع کروں گا۔''[7]

اقبال ملٹن کی طرز پر شیطان پر باقاعدہ نظم تو نہ لکھ سکےالبتہ انھوں نےشیطان کے موضوع کو اپنی شاعری میں متعددجگہ برتاہے۔علامہ اقبال شیطان کو حرکت وہمت کے معانی میں برتتےہیں اور کبھی طاغوتی طاقتوں کےاستعارے کے طورپراستعمال کرتے ہیں۔اقبال بالِ جبریل میں شامل نظم"جبریل وابلیس" میں جبریل ا ورابلیس کے درمیان مکالمہ پیش کرتےہیں۔ جب جبریل،ابلیس سے اس کا احوال

پوچھتا ہے توابلیس کہتا ہے کہ مجھے روایت سے ہٹ کر جینا اچھالگتا ہے۔تو تو ساحل پر کھڑا خیروشرکاتماشادیکھ رہاہے اور میں طوفان سے لڑرہاہوں۔ابلیس اپنی کارگزاری پر فخر محسوس کرتا ہے۔ابلیس جبریل کو محض اطاعت گزار اور بے چوں چرار فرمانبردار ہونے کی وجہ سے لذتِ آرزو سے محروم سمجھتا ہے۔ابلیس کہتا ہے کہ اگرکبھی تنہائی میسرآئےتو اللہ سےپوچھنا کہ قصہ آدم کو کس کے لہونےرنگین کیاہے:

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ھو،اللہ ھو، اللہ ھو(۸)

اسی نظم میں ابلیس کہتاہےکہ میں تائب ہونے کےلیےہرگزتیارنہیں۔مردود ہونے میں مجھےکتنامزہ آیا۔ میں کائنات کاسوز دروں بن گیا۔اور اس کےمقابلےمیں کائنات کی خاموشی کی کیاوقعت ہے۔زندگی میں ارتقا کی خواہش میرےانکارنے ڈالی۔انسان جو محض ایک مشتِ خاک تھا اس میں ذوقِ نمو میری وجہ سے پیدا ہوا۔ملائکہ کی اطاعت غیرمشروط اورجنت کی زندگی میں عقل کی کیا ضرورت تھی۔میرے انکارکی وجہ ہی سےعقل کی ضرورت محسوس ہوئی۔تم ملائکہ تو ساحل پر کھڑے محوِتماشہ ہو۔تمھیں کیااندازہ کہ طوفان سے لڑنے میں کیا مزہ ہے۔

سیرِافلاک کےدوران علامہ اقبال کی ملاقات ہر اس شخص سے ہوئی جوانسانیت کی کسی نہ کسی ممتاز صفت کا نمائندہ تھا۔اگراس کائنات کی سیر میں ابلیس نظرنہ آتاتو شاید یہ سیرنامکمل رہتی۔ابلیس علامہ اقبال کی نظموں میں تکبر اور تفاخر کی علامت ہےلیکن علامہ اقبال ابلیس میں ان خصوصیات کو اس طرح بیان کرتےہیں کہ وہ انسان کی ارتقائی زندگی کا لازمی جزو بن جاتاہے۔جاوید نامہ میں ابلیس کےمتعلق دونظمیں ہیں۔ایک کا عنوان ہے "نمودار شدن خواجہ اہل،فراق ابلیس" اوردوسری نظم کا عنوان ہے"نالہ ابلیس۔ان دونوں نظموں میں علامہ نے ابلیس کی کہیں بھی تحقیر نہیں کی بلکہ اس کردار کی مدد سے انھوں نے اپنےمرکزی نظریے خودی کی تفہیم کی ہے اور ساتھ ہی اس کے انسانی ارتقا پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔

علامہ اقبال وصالِ کامل کے نظریےکی نفی کرتے ہیں ۔جیسا کہ اس دور میں عمومی صوفیہ اس نظریے کے قائل تھے۔علامہ کے نزدیک اگرانسان خدامیں اس طرح گم ہوجائے اور ضم ہوجائے جس طرح بارش کا قطرہ دریا میں مل کر اپنی خودی کو فنا کرلیتا ہے۔علامہ اقبال کےمطابق خدا سےانسان کی خودی کا فرق ہمیشہ قائم رہناچاہیے۔یہ فلسفہ فراق علامہ اقبال کا بنیادی نظریہ ہے۔جاوید نامہ میں انھوں نے ابلیس کو اس نظریہ حیات کامبلغ بنا دیا ہے۔'خواجہ اہلِ فراق" عنوان ہی سےمعلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کو ابلیس کی مذمت مطلوب نہیں ہے۔یہ کوئی تحقیری لقب نہیں ہے۔شیطان کا عالم عالم ظلمت ہے اس لیے اس کے نمودار ہوتے ہی تمام جہاں میں اندھیراچھاجاتاہے۔اسی اثنا ابلیس ایک شعلے کی صورت ابھرتا ہے۔اقبال اپنے رفیق مولانا روم سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون ہے۔تو وہ فرماتے ہیں کہ یہ "خواجہ اہلِ فراق"ہے۔

ان مختصر نظموں کے علاوہ علامہ اقبال نے شیطان کو مرکزی کردار بنا کر ایک طویل نظم لکھی ہے جس کا عنوان"ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" ہے۔یہ علامہ اقبال کی آخری کتاب ارمغانِ حجاز کے اردو حصے کی پہلی نظم ہے۔یہ نظم اس وقت لکھی گئی جب پہلی جنگِ عظیم کی تباہیوں سے انسانیت شرمندہ تھی۔علامہ اقبال اگرچہ بیماریوں کے باعث ضعیف ہو چکے تھے لیکن ان کی فکر توانا تھی بلکہ ارتقائی منازل طے کرکے کاملیت حاصل کر چکی تھی۔اس لیے یہ نظم علامہ اقبال کی فکر کامطالعہ کرنے کے لیےبہت اہمیت کی حامل ہے۔جس طرح لارڈ بائرن کےہیروکوجب جلا وطن کیا گیاتواس نے اپنی سلطنت قائم کرلی بلکہ اس نے خدا کی سلطنت میں ایک الگ سلطنت بنا کر خدا کےاختیار کو للکارا۔ملٹن کا ابلیس بھی دوزخ میں اپنی حکومت قائم کرلیتاہے۔علامہ اقبال کے نزدیک ابلیسیت ایک

مستقل نظام کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ نظام صرف فکری حد تک نہیں ہے بلکہ ابلیس نے اس کے کچھ مستقل قوانین بنا رکھے ہیں۔اس میں علامہ اقبال استعماریت کے فروغ، مذہب سے دوری،غلامانہ ذہنیت، تصوف کے منفی اثرات،عبادات سے دوری اور اس کی روح کا خاتمہ اور جمہوریت اور اشتراکیت کے منفی اثرات اور ان کی وجہ سےانسانیت کو ہونے والے نقصانات کو پیش کرتے ہیں:

یہ عناصر کا پرانا کھیل یہ دنیائے دوں
ساکنان عرش اعظم کی تمناؤں کا خوں
میں نے دکھلایا فرنگی کوملوکیت کاخواب
میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیساکافسوں
میں نےناداروں کوسکھلایاسبق تقدیر کا
میں نےمنعم کو دیاسرمایہ داری کاجنوں(9)

"ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں ردِ استعماریت اور جمیعت آدم کا پیغام دینے والے اسلام کو ہی ابلیس اپنے لیے حقیقی خطرہ تصور کرتا ہے۔اور اس سے نپٹنے کے لیے ابلیس اپنے آلہ کار نمائندوں کو آئندہ کے لیے لائحہ عمل سے آگاہ کرتا ہے۔ابلیس کے مطابق استعماریت کا جال اسی صورت مضبوط رہ سکتا ہے جب امت محمدیہ کے افراد بدستور استعماری بیانیوں کی پیدہ کردہ بے حسی، غفلت اور بے شعوری کے دام میں الجھے رہیں۔صرف عبادات کی رسوم نبھانے والوں سے ابلیسی استعماری نظام کو کوئی خطرہ نہیں۔البتہ امتِ محمدیہ جو آزادی کی روح سے سرشار ہے۔انسانیت کوغلامی سے نجات دلانے کے نظریے کی حامل ہے۔جو کہ زر پرستی کی مخالف اور خدائے واحد کی حاکمیت اعلیٰ پر یقین رکھتی ہے۔یہی ابلیسی نظام کے لیے خطرہ ہے۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے ، جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں ، اسلام ہے(10)

ممتاز حسن لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے علامہ اقبال سے پوچھا کہ ابلیس کیا ہے؟تو اقبال نے جواب دیا کہ ابلیس مادیت ہے۔اور انسان کے ساتھ اس کی ازلی جنگ ہے۔مادیت کا تقاضاہے کہ انسان اپنی روح کےاعلیٰ مقاصد کو نظر انداز کردےاور انسانی روح یہ چاہتی ہے کہ انسان مادیت کو تسخیر کر کےاس سے بلند ہو جائے۔علامہ اقبال مادہ پرستی کا دشمن ہے۔اسی لیے وہ تہذیبِ مغرب کا بھی دشمن ہےکیونکہ تہذیبِ مغرب محض مادہ پرستی کا دوسرانام ہے۔(11)

کلامِ اقبال میں ابلیس ایک اہم کردار ہے۔وہ اس کے لیے عزازیل اور ابلیس کے نام استعمال کرتے ہیں۔ان کی اردو اور فارسی شاعری میں متعدد نظموں کا موضوع ابلیس ہے۔ان منظومات کے علاوہ ان کے کلام میں جابجا ابلیس کا ذکر ملتا ہے۔کلام اقبال سے ابلیس کی جو شخصیت ظہور پذیر ہوتی ہے اس میں کشمکش،باغیانہ پن اور تکبر کے عناصر واضح ہیں۔اس کے ساتھ ہی علامہ اقبال سرمایہ دارانہ نظام اور سامراجی طاقتوں کی انسان دشمن پالیسیوں کو ابلیسی پالیسیاں قرار دیتے ہوئے ابلیس کے کردار کو علامتی اانداز میں استعمال کرتے ہیں۔علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ انسان کو تباہی کے لیے ابلیس کی ضرورت نہیں اور انسان ہی اپنی تباہی کے لیے کافی ہے۔علامہ اقبال کی یہ نظم نوآبادیاتی نظام کے خلاف شدید احتجاج ہے۔۔استعماری طاقتوں کی وجہ سےانسانیت کے خلاف ظلم وستم کو علامہ اقبال ابلیس کی زبانی"ابلیس کی عرضداشت" میں بیان کرتے ہیں:

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک(۱۲)

علامہ اقبال ابلیس کو نہایت ہی متوازن کردار کی شکل میں پیش کرتےہیں۔ملٹن کی طرح نہ ابلیس کومذہبی پہلو کے طورپرپیش کرتے ہیں اور نہ بائرن کی طرح سپر ہیرو کے طورپراور نہ ہی بودلئیر کی طرح اسے المیہ ہیرو کے طورپرپیش کرتے ہیں۔علامہ اقبال نے ابلیس کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس سے نہ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اورنہ ہی نفرت یاخوف کابلکہ اس کو ایک عام انسان کی طرح پیش کرتےہیں۔ان کے شیطان کے بارے میں متوازن نطریات ہیں۔ان کے خیال میں ابلیس ایک ذہنیت اور رویے کا نام ہے۔یہ ابلیسی رویہ اور ذہنیت آج کے انسان پر حاوی ہے۔انسان اپنی تمام تر خامیوں، کوتاہیوں،برائیوں اور کمزوریوں کی وجہ ابلیس کو نہیں کہ سکتا۔انسان خود ذمہ داری کا ثبوت دے اور جب اللہ نے اسے سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی ہے تو اسے چاہیے کہ اس قوت کو استعمال کرے اور خیروشر میں تمیز کرے۔اس کے باوجود اگر کوئی انسان برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار ابلیس نہیں بلکہ وہ انسان خود ہے۔

ڈاکٹر این میری شمل اپنے مضمون"کلام اقبال میں تصویر ابلیس" میں لکھتی ہیں کہ علامہ اقبال کے نزدیک شیطان ایک ایسی قوت ہے جو ہمیں ورغلا کر بے مقصد خوابوں، متصوفانہ داخلیت اور غیر سماجی رویے میں الجھانے کی کوشش کرتی ہےیا ایسی کسی تہذیب کا باشندہ بنانے کی کوشش کرتی ہے جو اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ان تمام صورتوں میں شیطان انسان کا ایک ایسا ساتھی ہے جس کو مغلوب کرنا ضروری ہےتاکہ انسان ،انسان کامل کا منصب پا سکے جس کا نمونہ حضرت محمد کی ذاتِ اقدس تھی۔[13]

علامہ اقبال شیطان کو ایک مجسم قوت کی بجائے صفاتی طور پر دیکھتے ہیں۔صوفیانہ ادب میں ابلیس کے متعلق طرح طرح کے تصورات ملتے ہیں۔کسی نے اگر اسے ملعون ہونے کے باوجود اسے سب سے بڑا موحد قرار دیا ہے جس نے حکم الٰہی کے باوجود غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا ہے۔کسی نے اسے مادیت کا امام گردانا ہے کہ جسے آدم کا خاکی جسم تو اس کو نظر آیا ا س کا عرفان اور روحانیت اس کو نظر نہ آئی۔آج بھی فلسفیانہ مادیت انسان کے متعلق وہی زاویہ نگاہ رکھتی ہے جسے قرآن نے ابلیس کی طرف منسوب کیا ہے۔بعض مغربی محققین کی رائے ہے کہ شیطان کا تصور وہی ایرانی ثنویت میں اہرمن کا تصور ہے۔اور بنی اسرائیل نے جلا وطنی کے زمانے میں جو ایرانی تصورات قبول کرکےان کو مذہب میں داخل کر لیا، شیطان کا تصور بھی انہی تصورات میں سے ایک تصور ہے۔کیونکہ بنی اسرائیل کے قدیم انبیا ء میں یہ عقیدہ کہیں نہیں ملتا۔قرآن و حدیث میں شیطان کے متعلق جو تصورات ملتے ہیں ان کا مطالعہ دلچسپ بھی ہے اور حکمت آموز بھی۔ابلیس اگر ایک شخصیت کا نام ہے تو وہ ایک وقت میں ایک جگہ عمل کرتی ہوئی نظر آئے گی۔لیکن حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے۔اس پر ایک صحابی نے جرات کر کے پوچھا کہ کیا آپ کے ساتھ بھی؟آپ نے فرمایا کہ ہاں، میرے ساتھ بھی ہے۔مگر میں نے اسے مومن بنا رکھا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جو خیر مطلق ہے اس نے ایسی ہستی کو پیدا ہی کیوں کیا جو انسان کو ورغلا کر خدا کے غضب کا سبب بناتا ہے۔اللہ نے اسے انسانوں کو ورغلانے کی کھلی اجازت کیوں دی۔قرآن کے مطابق کائنات کی کوئی قوت خدا کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتی۔سب جگہ آئین الٰہی کارفرما ہیں اور مخلوقات میں ہر شے خدا کی مطیع ہے۔یہ اطاعت اختیار سے ہو یا جبر سے۔[14]

پیامِ مشرق کی نظم "تسخیر فطرت" میں ابلیس سجدہ آدم سے انکار کی وجہ بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے۔وہ اپنے آپ کو حرکت اور ارتقا کا سر چشمہ بتاتا ہے۔زندگی میں جو برکت ہے وہ حرکت کی وجہ سے ہے۔اس لیے وہ زندگی کی تمام برکات کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔وہ ذات باری سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ سب ہنگامہ حیات اور زندگی کی گہما گہمی میری وجہ سے ہے۔اگر میں نہ ہوتا تو کائنات میں کوئی جنبش نظر نہ آتی اور نہ زندگی میں کوئی سوز و ساز ہوتا۔وہ تخریبی حرکات کے ساتھ ساتھ ترکیبی عناصر اور مظاہر کو بھی اپنا مرہون منت سمجھتا ہے۔شیطان کہتا ہے کہ مجھے خواہ مخواہ بدنام کرتے ہو میں تو نفی اور تخریب ہی کے در پے رہتا ہونلیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ

ہر نئی تعمیر پہلی تعمیر کو ڈھانے کے بعد ہی پیدا ہوسکتی ہے۔اگر تخریب کو مجھ سے منسوب کرتے ہو تو تعمیر کو بھی میری طرف منسوب کرو جو تخریب کے بغیر نا ممکن ہے۔

نوری ناداں نیم ، سجدہ بآدم برم!
او بہ نہاد است خاک، من بہ نژاد آذرم
می تپداز سوزِ من ، خون رگِ کائنات
من بہ دو صر صرم، من بہ غو تندرم(15)

جس طرح ملٹن انگریزی ادب میں جنت گم گشتہ کی بنا پر آج تک زندہ جاوید ہےاسی طرح علامہ اقبال بھی دنیاےادب میں اپنی فکر اور فلسفیانہ نظریات کی بنا پر مشہور ہے۔ملٹن نے ابلیس کو ایک مادی کردار کے طور پر استعمال کیاہے۔علامہ اقبال کے نزدیک ابلیس مادیت ہے۔انسان کا وجود صرف مادہ کا ہی مظہر نہیں ہے جیسا کہ دوسرے معاشرتی حیوانات کاہوتا ہے۔انسان کا وجود مادیت اورروحانیت کا آمیزہ ہے۔ابلیس روحانیت کا دشمن ہے۔ملٹن شیطان کے جنت سے نکالے جانے کی بڑی وجہ اس کاغرور بتاتاہے۔علامہ اقبال بھی ابلیس کی جنت بدری کی بڑی وجہ اس کاغروربتاتےہیں۔ملٹن کا شیطان اللہ کی مرضی کےخلاف نہ صرف اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتاہے بلکہ اپنےساتھ بہت سےساتھی بھی جمع کرلیتاہے۔علامہ اقبال کے ہاں بھی ابلیس اللہ کےخلاف اس کے بندوں کو ورغلاتاہےاوراس کام کے لیے اس نےاپنےساتھ دوسرے شیطانوں کو بھی ساتھ ملایا ہواہے۔ملٹن کی نظم میں شیطان ایک متحرک کردار ہے جو نہ صرف خداےبزرگ وبرتر کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے بلکہ دوسرے بے شمار ساتھیوں کو بھی ورغلا کر اپنے ساتھ کر لیتا ہے۔علامہ اقبال کے ہاں شیطان ایک صفاتی کردار ہےجو برائی کے ساتھ ساتھ زندگی کے ارتقا کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ شیطان "جبریل وابلیس " میں جبریل پر واضح کرتا ہے کہ زندگی کا سوز و ساز اورگہما گہمی سب اسی کی وجہ سے ہے۔اگر شیطان نہ ہوتا تو آدم کا ارتقا بھی رک جاتا۔شیطان زندگی کو ترقی کرنے کے لیے حرارت مہیا کرتا ہے۔ملٹن نے شیطان کو مجسم ہمت و کوشش بنا کر پیش کیا ہے ۔اس کے مطابق ابلیس آدم کے وجود سے پہلے ہی خدا سے جنگ کرتا ہےاور نتیجے کے طور پر اسے جہنم کی وادیوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی شعری ضرورت کے تحت ملٹن نےبہت سی جگہوں پر شیطان کو ایسے پیش کیا ہے جیسے کوئی فوجی کمانڈرہوجب کہ علامہ اقبال شیطان کو صفاتی طور پر پیش کرتے ہیں۔یعنی یہ انسانی صفت ہے۔جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا کیا جاتا ہے۔یعنی انسان کے روحانی وجود کے ساتھ ایک اس کو بہکانے والی قوت بھی ظہور میں آتی ہےجو انسان کو ہر جگہ سچائی اور سیدھے راستے سے ہٹانے کاکام کرتی ہے۔یہ اب انسان کا کام ہے کہ وہ کس طرح صراط مستقیم پر قائم رہے۔اس طرح ہم برملا کہ سکتے ہیں کہ علامہ اقبال نے جو شیطان کا تصور پیش کیا ہے وہ بھرپور اسلامی اور آفاقی انداز میں پیش کیا ہے جو نہ صرف اسلام بلکہ عیسائیت اور دوسرے الہامی مذاہب کے تصورات کے بھی عین مطابق ہے۔جان ملٹن کا شیطان ایک ہیروکی طرح سامنے آتاہے۔پہلی دو کتابوں میں قاری اس کےسحر میں جکڑاجاتا ہےلیکن جیسے جیسےنظم آگےبڑھتی ہے شیطان کاالمیہ شروع ہوجاتاہے۔قاری کو اس سےہمدردی محسوس ہونے لگتی ہے۔علامہ اقبال ابلیس کو اپنی شاعری میں اپنی فکرکی تفہیم کے لیےاستعمال کرتےہیں۔علامہ کی تمام شاعری میں چاہے وہ فارسی ہویااردو ، جہاں بھی ابلیس کاذکرآیانہایت ہی فلسفیانہ انداز میں آیا ہے۔"ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں شیطان ایک علامت کے طور پر استعمال ہواہے۔

ملٹن اوراقبال کےہاں ابلیس انسانی تاریخ کا ایک ایسا کردار ہے جس پرجتنی بحث کی جائے کم ہےان دونوں شعرا سے پہلے بھی متعدد شعرا نےاسے اپنے کلام میں برتاہےلیکن جان ملٹن نے "فردوسِ گم شدہ"لکھ کر نہ صرف شیطان کو امر کردیا ہے بلکہ دنیائے ادب میں خود بھی زندہ جاویدہوگیا۔ملٹن نے اپنی نظم اپنے لوگوں کو بادشاہ وقت کےخلاف اٹھ کھڑےہونےکےلیےلکھی تھی جس طرح شیطان اپنےسےزیادہ طاقتورخداسے جنگ کےلیےتیارہوجاتاہے۔ہارجیت سےاسے کوئی سروکار نہیں۔اسی طرح

ملٹن نے اپنے لوگوں کواپنے حق کےلیےاٹھ کھڑاہونے کی ترغیب دی۔اسی طرح علامہ اقبال ایک متفکرانہ سوچ کے حامل تھے۔ان کے پیش نظربھی اپنی غلام قوم کی راہنمائی تھی۔اس لیے انھوں نے تاریخِ انسانی سے ایسے کردارچنےجوہمت وکوشش میں اپنی مثال آپ تھےجن میں قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کربھری ہوئی تھیں۔علامہ اقبال نے ابلیس کواپنی شاعری میں جہدِمسلسل کے معانی میں استعمال کیاہے۔جہدِمسلسل بھی ایسی کہ نتائج کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔بس کوشش کرنا ہے۔

اگرچہ شیطان ایک فلسفیانہ کردار ہے۔لیکن دونوں شعرانےاسےاتنے خوبصورت اندازمیں برتا ہے کہ قاری محظوظ ہونےکے ساتھ ساتھ فکر کرنے پربھی مجبورہوجاتاہے۔دونوں شعرا دنیاے ادب کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن پرفخر کیا جا سکتا ہےلیکن جب ہم تقابلی مطالعہ میں ان دونوں شعرا کا تعینِ قدر کرتے ہیں تو ہم دیکھتےہیں کہ ملٹن کے پاس سےاگر"فردوس گم گشتہ"نہ ہوتی تو شاید وہ آج ملٹن نہ ہوتالیکن علامہ اقبال کامعاملہ الگ ہے۔اقبال کی شاعری سے اگرابلیس کونفی کردیاجائےتوبھی علامہ کی شاعری میں ایک متحرک قوت موجود رہتی ہے۔

حوالہ جات

1. صوفیہ یوسف، ڈاکٹر، ابلیس اقبال کی نظر میں ،مشمولہ دریافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد شمارہ 9، جنوری 2010ء ص 310
2. John Milton, Paradise Lost Book I 1-7, Samuel Simmons, England, 1667.
3. John Milton, Paradise Lost Book I 105-108.
4. Jamal Subhi Ismail Nafi'. Milton's Portrayal of Satan in Paradise Lost and the Notion of Heroism. International Journal of Literature and Arts. Vol. 3, No. 3, 2015, pp. 22-28.
5. John Milton, Paradise Lost Book 4 39-40
6. John Milton, Paradise Lost Book I 163.
7. علامہ اقبال،کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد 1، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، بک کارنر جہلم، 2016 ص72
8. علامہ اقبال،کلیاتِ اقبال اردو ،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور 1 201ء ،ص 475
9. ایضاً ص701
10. ایضاً ص 709
11. ممتاز حسن، اقبال ایک پیغمبر کی حیثیت سے، اقبالیات کے سوسال، مرتبین ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی،محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت،اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، 2012ء ،ص 179
12. علامہ اقبال،کلیاتِ اقبال اردو ص492
13. این میری شمل، کلامِ اقبال میں تصویرِ ابلیس ترجمہ ڈاکٹر رؤف پاریکھ مشمولہ ماہنامہ قومی زبان، جلد 84، شمارہ 4 ، اپریل 2012ء
14. عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال،بزمِ اقبال -2 کلب روڈ لاہور، 2013ء ،ص 449
15. علامہ اقبال،کلیاتِ اقبال فارسی، ترتیب، ترجمہ و تشریح از حمید اللہ شاہ ہاشمی، پروفیسر، مکتبہ دانیال، لاہور،سن ندارد، ص 340